سیر و سوانح

# تذکرہ علمائے مالابار
## چند ممتاز مصلحین امت

پروفیسر سید احتشام احمد ندوی

دیار مالابار میں علمائے اسلام نے ایک طرف پرتگالی اور انگریزی استعمار سے کھل کر ٹکر لی اور اس جہاد میں ہزاروں ماپلا مسلمانوں نے شہادت حاصل کی اور دوسری طرف انہوں نے مسلمانوں کے اندر تعلیمی تحریک پیدا کی۔ انہوں نے پہلے اسلامی مدارس کھولے، پھر جدید تعلیم کی طرف توجہ کی۔ اس سلسلہ میں یہاں بعض ممتاز علماء کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

### ولین کوٹ عمر قاضی ۱۷۸۷ء-۱۸۸۲ء

عمر قاضی تحصیل پُنّانی ضلع ملاپُرم کے ایک قصبہ ولین کوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کی خاندانی وجاہت اور علمی اہمیت مسلّم رہی ہے۔ ان کے والد کا نام قاضی یارا کٹ ککّا ٹارایل علی مصلیار QAZI YARAKATT KAKKATTARAYIL ALIMUSLIAR تھا۔ وہ حکومت کی طرف سے ولین کوٹ کے قاضی تھے۔ ان کے بچپن ہی میں والدین انتقال کر گئے اور چچا نے ان کی پرورش کی۔ ان کی تعلیم مسلمانوں کے مرکز پُنّانی میں ہوئی۔ ان کے استاذ مشہور عالم غزالی مصلیار تھے جو ممّی کُٹی ترورنگاڈی (TRIRURANGADI) اور کنڈوٹی کے قاضی تھے۔ ان کی ایک عربی نظم کنڈوٹی کی پزین گاڈی مسجد (Pazhayan Gadi) پر کندہ ہے۔ قاضی عمر نے قاضی غزالی مصلیار سے تفسیر، فقہ اور تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ وہ امام غزالی کی کتاب احیاء علوم الدین سے بہت متأثر ہوئے۔ جب ان کے استاذ غزالی بیمار ہوئے تو وہ برابر ان کی خدمت کرتے رہے اور ان کی وفات پر عربی زبان میں ان

کا مرثیہ لکھا۔

عمر قاضی نے بہت سی نظمیں عربی اور ملایالم دونوں زبانوں میں لکھی ہیں۔ ان کا قصیدہ 'نفائس الدرر' عربی میں فلسفیانہ انداز کا ہے۔ انہوں نے ایک نظم 'مقاصد النکاح' لکھی۔ جب وہ حج کرنے گئے تو وہاں مکہ اور مدینہ کے شعراء اور ادباء سے ملے اور ان کا ان سے گہرا تعلق پیدا ہوا۔ جب وہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں قصائد پڑھتے تو فرطِ محبت و تعلق سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے.. ان کی نظم آنحضرت ﷺ کی تعریف میں 'ﷺ' کے عنوان سے شائع ہو چکی ہے۔ ایک نظم انہوں نے ۱۸۳۲ء کے زلزلہ پر بھی لکھی ہے۔ ایک نظم نمازِ عصر کے صحیح وقت کے تعین پر لکھی ہے۔ انہوں نے بہت سے فتاویٰ بھی وقت کے اہم مسائل پر جاری کئے ہیں۔

شہر پُنّانی کے آس پاس کے مسلمانوں میں خاندان پر فخر کا احساس پیدا ہو گیا تھا جس پر عمر قاضی نے ایک نظم لکھ کر ان کو یاد دلایا کہ تم سب اصلاً ہندوؤں کی نیچی ذاتوں سے ابھر کر اوپر آئے ہو۔ پھر فخر کیسا؟ ذات نہیں بلکہ اچھے اعمال باعث فخر ہیں۔ یہی اصل خوشی اور مسرت کی بنیاد ہیں۔

عمر قاضی دراصل عوامی رہنما تھے۔ انہوں نے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی۔ انہوں نے کسانوں سے کہا کہ زمین دار اور حکومت والے اگر تم پر ظلم کریں تو ان کا مقابلہ کرو۔ انہوں نے اعلان کر دیا کہ جو لگان بڑھا دیا گیا ہے اس کو ادا نہ کیا جائے۔ حکومت نے اس مسئلہ کو کسانوں کا مسئلہ نہیں، بلکہ نظم و نسق کا انتظامی مسئلہ قرار دیا اور قاضی عمر کو بلایا۔ جب وہ ڈپٹی کلکٹر کے پاس پہونچے تو فوراً ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ واقعہ چاؤ کاڈ (CHAVAKKAD) میں پیش آیا، مگر صبح سے پہلے وہ آزاد ہو کر اپنے گھر پہونچ گئے۔ وہ دوبارہ کالی کٹ بلوائے گئے۔ وہاں کلکٹر نے ان کو گرفتار کر لیا۔ جیل میں انہوں نے ایک قصیدہ لکھا جس میں وہ تمام تفاصیل لکھیں جو ان کی گرفتاری کے اسباب بنے۔ نظم کے آخر میں انہوں نے اعلان کر دیا کہ مسلمانوں کو ظلم میں رہنا ٹھیک نہیں، ان کو جہاد کرنا چاہیے، تاکہ ظلم مٹ جائے، ان کو ظالموں کے خلاف جہاد کر کے شہادت کی موت حاصل کرنی چاہئے۔ ماپلا مسلمانوں نے

متحد ہوکر آواز اٹھائی اور مطالبہ کیا کہ عمر قاضی کو آزاد کیا جائے۔ یہ تحریک اتنی پُر زور تھی کہ کلکٹر نے محسوس کرلیا کہ عمر قاضی کو جیل میں رکھنا بغاوت کو دعوت دینا ہے، چنانچہ اس نے ان کو اکتوبر ۱۹۰۳ء میں چھوڑ دیا۔ وہ سلین کوٹ کے قاضی مقرر ہوئے۔ انہوں نے عربی اور ملایالم میں بہت سی نظمیں لکھیں اور نثر میں بھی تصانیف یادگار چھوڑیں۔ آخر میں ان کو سید علوی تھنگل ممران سے بڑا تعلق ہوگیا تھا۔ سید علوی تھنگل نے اس تحریک کی قیادت کی تھی جس کے دباؤ سے قاضی عمر کو حکومت نے رہا کیا تھا۔ قاضی عمر نے ان کے انتقال پر ایک عمدہ مرثیہ لکھا۔ قاضی عمر نے طویل اور پراز نشاط زندگی گذاری۔ وہ ۹۵ برس زندہ رہے۔ ان کا انتقال ۱۸۸۲ء میں ویلین کوٹ میں ہوا۔

## سید ثناء اللہ مکتی تھنگل (Sayyid Sanaullah Makti Thangal) (۱۸۴۷ء-۱۹۱۲ء)

ثناء اللہ مکتی تھنگل کیرالا کے مذہبی اور سوشل مصلح تھے۔ وہ ویلین کوٹ میں ۱۸۴۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر چاؤ کاڈ پرائمری اسکول سے چوتھی کلاس پاس کی۔ مذہبی تعلیم انہوں نے کُکُّر (Kokkor)، مَرن چیری (Maran Cheri) اور پُنّانی میں حاصل کی۔ علاوہ عربی و ملایالم کے اردو، فارسی اور ٹامل زبانوں میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ برطانوی حکومت نے ان کو اکسائز انسپکٹر (Excise Inspector) کا عہدہ عطا کیا۔

اِس زمانہ میں عیسائی مشنری ادارے بہت پُر نشاط تھے۔ انہوں نے بہت سے مناظرے کیے۔ اسلام پر اعتراضات کیے، کتابیں لکھیں اور پمفلٹ شائع کیے، آنحضرت ﷺ پر اعتراضات کیے۔ انھوں نے ایک پندرہ روزہ اخبار 'تحفۃ الاخیار وہدایۃ الاشرار' کے نام سے نکالا جس میں علماء سوء پر تنقید ہوئی تھی، مگر اسے بند کرنا پڑا۔ اس سے قبل وہ ایک ہفتہ وار 'اسلام مشتاپر کاشم' کے سب ایڈیٹر مقرر ہوئے تھے، مگر وہ بھی جلد بند ہوگیا۔

بہر حال جب سے انہوں نے حکومت کی ملازمت ترک کی اپنا پورا وقت اسلام کی

خدمت اور انگریزوں کی مخالفت میں صرف کیا اور عیسائیوں کے مقابلہ میں ملایالم میں کتابیں لکھیں۔ انھوں نے ایک طرف تصوف کی مخالفت کی جس میں صوفی شیوخ عوام کو بے وقوف بناتے تھے اور کہتے تھے کہ جس کا کوئی شیخ نہیں ہوتا اس کا شیخ شیطان ہوتا ہے۔ دوسری طرف انھوں نے کینانور کو لینا ہاؤس اور ٹلیچری کے مسلمانوں کی اس رسم پر کُھل کر حملہ کیا کہ جائیداد صرف لڑکی کو دی جاتی ہے اور لڑکا اپنے والد کی جائیداد سے کچھ نہیں پاتا۔ وراثت کے اسلامی قانون سے گریز کر کے یہ اپنے آبائی غیر مسلم قانون کی پیروی ہے۔ انھوں نے اولیاء کی سفارش کے تصور پر بھی ضرب لگائی جس کے باعث ایک بار کینانور میں دوران تقریر ان پر حملہ کر دیا گیا۔

سید ثناء اللہ کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے عربی، ملایالم کے خط کی اصلاح کی۔ انھوں نے جو اپنا پندرہ روزہ نکالا اس میں بھی اپنا اصلاح شدہ خط اور علامتیں استعمال کیں۔

علماء یہ تصور رکھتے تھے کہ ملایالم اور انگریزی کافروں کی زبانیں ہیں۔ ان کا مقاطعہ کرنا چاہئے، مگر انھوں نے وضاحت سے بتایا کہ زبان تمام انسانوں کی ملکیت ہے۔ مسلمانوں کو ملایالم میں لکھنا چاہئے۔ انھوں نے کہا کہ علماء کا فرض ہے کہ وہ ملایالم میں قابلیت پیدا کر کے عوام کی اصلاح کا فرض انجام دیں۔

اس سلسلہ میں انھوں نے علماء کی اصلاح کی کوشش بھی کی۔ انھوں نے عربی مدرسوں میں بلیک بورڈ کے استعمال کا رواج ڈالا۔ ان کے علمی کاموں کا بڑا حصہ عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب میں ہے۔ انھوں نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی مشہور کتاب 'اظہار الحق' کو اپنا مرجع بنا کر عیسائیوں کو دنداں شکن جواب دیا۔

انھوں نے عیسائیوں کے خلاف تقریریں شروع کیں۔ انھوں نے ان کے اعتراضات کے جواب دئے۔ بائبل سے کثرت سے اقتباسات پیش کئے اور ان کے نظریات کا رد کیا اور خود ان پر اعتراضات وارد کئے۔ سب سے پہلا کام تو انھوں نے یہ کیا کہ برطانوی حکومت کی ملازمت سے ۱۸۸۲ء میں استعفی دے دیا۔ اور پھر ڈٹ کر عیسائیوں

کے مقابلہ میں آئے۔ پادریوں کے مقابلہ میں کتابیں لکھیں۔ پمفلٹ شائع کیے۔ ۱۸۸۴ء میں انہوں نے عیسائیوں کے خلاف ایک بہت ہی کامیاب مناظرانہ کتاب تصنیف کی جس کا نام تھا Katakura kuthdram۔ اس میں انہوں نے تین خدا اور تثلیث کے تصور پر اعتراضات کئے۔ پھر انہوں نے ۱۸۹۲ء میں ایک دوسری کتاب لکھی جس میں یہ ثابت کیا کہ انجیل کی رو سے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ ہیں۔ انہوں نے چیلنج کیا کہ ان کی دلیلوں کو کوئی بھی عیسائی رد کرے، مگر کسی نے ان کی کتاب کا جواب نہیں لکھا۔ انہوں نے پریس قائم کرنے کی کوشش کی، تاکہ اپنی کتابیں شائع کرسکیں۔ کئی رسالے نکالے، مگر وہ چل نہ سکے۔ ایک ماہنامہ Paropkar کے نام سے نکالا۔ یہ تین برس چلا، مگر وہ اس میں اتنے مقروض ہوگئے کہ اپنی جائیداد اور گھر بیچ کر اس کا قرضہ ادا کیا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی سوانح عمری(Mobi Nanayam) لکھی۔

ان کی ملایالم تصانیف کی پوری فہرست تو میسر نہیں۔ بعض مسوّدے شائع نہ ہوسکے اور ضائع ہوگئے۔ یہاں ان کی عربی اور ملایالم میں لکھی ہوئی کتابوں کی ایک فہرست پیش کی جاتی ہے۔

(1) Talim Ul- Ikhwan

(2) Mualim Ul- Ikhwan

(3) Marumakka Ttayam

(4) Katakurakuthdram

(5) Kristiya Ainevijayam Porkalam

(6) Kristiya Vayarappu

(7) Kathoravaj Ram

(8) Nabi Monayam

(9) La Muajud La- point.

سید ثناء اللہ کا انتقال کوچین میں ۱۸/ستمبر ۱۹۱۲ء کو ہوا۔ انہوں نے انگریزوں،

عیسائیوں اور پادریوں کی مخالفت کی۔ وہ پہلے مسلم مذہبی عالم ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو تعلیم کی طرف راغب کیا۔ انہوں نے مدرسوں کی اصلاح کی۔ قدامت پسند علماء کے برعکس وہ قرآن مجید کا ترجمہ اردو میں کرنا چاہتے تھے۔ وہ ماپلاّ جماعت میں سوشل رفارمر کی حیثیت سے اولیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ تعلیم، تصنیف اور ادارت میں ان کی سبقت نے درحقیقت ان اصلاحی کاموں کے لئے راہ ہموار کردی جو بعد میں مسلمانوں نے بڑی تعداد میں عربی اور انگریزی کالج قائم کر کے انجام دئے۔

## چالیلاکٹ کنہ احمد حاجی(Chalilakatt Kunhammad Haji)

حاجی کن حمّد ( کنہی احمد ) انیسویں صدی عیسوی کے ایک بڑے مصلح گزرے ہیں۔ انہوں نے کیرالا میں مدارس عربیہ کی اصلاح میں ایک بنیادی رول ادا کیا ہے۔ انہوں نے مدارس کو جدید طریقوں اور مغربی انداز پر ترقی دینے کی کوشش کی۔ اس دور میں دقیانوسی علماء اخبار پڑھنے سے بھی لوگوں کو روکتے تھے کہ لغو کام ہے اور ''لھوالحدیث'' میں آتا ہے، مگر کُن حمّد حاجی نے اپنے طلباء کو شوق دلایا کہ وہ اخبار پڑھیں اور زندگی اور اس کے مسائل سے، جن میں وہ رہتے ہیں، واقفیت حاصل کریں۔ اس زمانہ میں لڑکیوں کی تعلیم بالکل ممنوع تھی۔ اس وقت بطور عملی نمونہ کے خود انہوں نے اپنی لڑکیوں کو اسکول بھیجا اور جدید تعلیم دلائی، انہوں نے جدید تعلیم کی وکالت پرزور طریقے سے کی۔

ان کے والد مُٹاٹ خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو تجارت پیشہ تھا اور تیرور کے پاس پون منٹم اُدرسری(Ponmuntam Adrssri) میں مقیم تھا۔ ان کی ماں فاطمہ چلا لیلاکات ابراہیم کی بیٹی تھیں، مگر جلد ہی انہوں نے وفات پائی اور ان کی پرورش ان کے چچاؤں نے کی۔ پرائمری تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد خود سے محنت کر کے وہ علم و فضل کی اعلیٰ منزل تک پہونچے۔ پھر بھی علم کی لذّت کشاں کشاں ان کو دارالعلوم لطفیہ لے گئی، جہاں سے انہوں نے سند فراغت حاصل کی۔ یہاں انہوں نے مولانا عبدالجمال پیشاوری اور مولانا حسن رامپوری سے تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبدالجبار جو بعد میں باقیات

الصالحات کے پرنسپل بنے اور مولانا عبد العزیز صاحب جو خود دار العلوم لطفیہ کے پرنسپل مقرر ہوئے، دونوں ان کے کلاس فیلو تھے۔ کنہ حمّد کچھ دن ترونگاری اور ماہی میں کام کرنے کے بعد دار العلوم واڑ کاڑ منتقل ہوگئے اور اس کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ حاجی صاحب شہرت کی بلندی پر پہنچ گئے تھے، اس وجہ سے ہر طرف سے طلبہ نے اس مدرسہ کا رخ کیا۔ انہوں نے حدیث، فقہ، تفسیر کے علاوہ علم الحساب، جغرافیہ، منطق اور فلسفہ کی تعلیم کو رواج دیا۔ اس وقت کے ایم مولوی ان کے شاگرد تھے اور ان کے مددگار بھی، خصوصاً مراسلت میں ان کی مدد کرتے تھے۔ حاجی صاحب نے کوشش کر کے پڑھانے میں نئے آلات کا استعمال کیا۔ اٹلس، نقشے اور مراجع کے لئے اعلیٰ قسم کی ایک لائبریری کی انتظامیہ نے بڑی خوشی سے منظوری دی اور اساتذہ کے لئے یہ تمام چیزیں فراہم کی گئیں۔ انہوں نے محسوس کیا کہ بہت سے طلبہ کی مادری زبان ملایالم ہے اور علم الحساب میں وہ بہت کم زور ہیں، لہٰذا انہوں نے ان دونوں مضامین کو نصاب میں داخل کرایا۔ نئے نصاب اور نئے مواد نے مدرسہ کو نئی زندگی عطا کی۔ اس کی شہرت بڑھی، مگر قدامت پسند علماء نے ایک طوفان کھڑا کر دیا کہ وقف کی آمدنی کا غلط استعمال ہو رہا ہے اور گم راہ کن مضامین اور کتابیں داخلِ درس کی گئیں ہیں، اس پر پرنسپل کنہ حمّد حاجی صاحب نے علمائے جنوب کیرالا کا ایک کمیشن مقرر کیا جس نے آ کر نصاب کی جانچ کی اور اس کو مستحسن قرار دیا جس سے دار العلوم کی شہرت اور بڑھ گئی۔ اب انہوں نے واڑ کاڑ چھوڑ کر منار گھاٹ مدرسہ میں کام کرنے کو ترجیح دی اور وہاں کے مدرسہ میں بھی وہی اصلاحات جاری کیں جو دار العلوم واڑ کاڑ میں کی تھیں۔ وہ اس مشن میں منہمک تھے کہ ۶/ صفر ۱۳۳۸ھ کو ۶۳ برس میں پیام اجل آپہونچا۔

بہر حال انہوں نے مدرسہ کی تعلیم کی تجدید و اصلاح کی تحریک اٹھائی، اس کا نصاب بدلا، درس نظامیہ سے اس کو آزاد کیا، نیا نصاب بنایا، نئے مضامین کا نصاب میں اضافہ کیا، مادری زبان ملایالم کو تعلیم میں شامل کیا، خاص طور سے انہوں نے عربی، ملایالم کو ترقی دی اور ان کے خط میں تبدیلیاں کر کے ان کو مکمل اور ترقی یافتہ بنایا۔ وہ اس دیار میں

مدرسہ تعلیم کے اہم مصلحین میں شمار کئے جاتے ہیں۔

## شیخ محمد ہمدانی تھنگل م۱۹۲۲ء (Shaykh Mohd. Hamdani Tangal)

شیخ محمد ہمدانی تھنگل سابق ترانوکور اسٹیٹ میں ویکوم (Valkkom) تحصیل میں ایک مقام Vadutala واڈ وٹالا میں پیدا ہوئے ۔ پہلے انہوں نے کڈنگالور (Kodungallur) میں تعلیم حاصل کی، پھر مدرسہ لطفیہ ویلور سے فراغت حاصل کی ۔ عربی، فارسی اور اردو زبانوں کی تحصیل کی اور تصوف میں ہمدانی طریقہ اختیار کیا۔ ویلور سے فراغت کے بعد وہ ویکوم واپس آ گئے اور ہمدانی طریقہ کی اشاعت کرنے لگے۔ انہوں نے مسلمانوں کو تعلیم کی طرف توجہ دلائی اور سرسید احمد خاں کی تحریک ایجوکیشنل کانفرنس کی شاخ یہاں بھی قائم کی اور نوجوانوں کو جمع کیا، تاکہ مسلمانوں میں تعلیم کا رواج بڑھے۔ انہوں نے عربی ملایالم کے ماہنامہ 'مسلم' میں کئی مقالے اس سلسلہ میں لکھے کہ مسلمانوں کو جدید تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ حکومت ٹراونکور نے انہیں سری مولم پرجا سبھا کا رکن بنایا۔ انہوں نے حکومت کو مشورہ دیا کہ ملایالم اور انگریزی کے ساتھ مسلمان بچوں کی عربی کی تعلیم کا بھی انتظام حکومت کو کرنا چاہیے۔

بعد میں وہ کوچین آ گئے اور اس کو اپنا سینٹر بنا لیا۔ یہاں انہوں نے ایک مدرسہ مٹانچیری Mottanchery میں قائم کیا۔ کوچین میں عبد الرحمٰن بیسو سیٹھ نے ان کی بھرپور مدد کی ۔ انہوں نے مہڈ راپلّی میں اپنا مرکز قائم کیا اور تصوف کی اشاعت شروع کر دی۔ اس سلسلہ میں ایک کتاب 'عرفانِ اسلام' کے نام سے تصنیف کی اور الوائی، الیّپی، ہری پاڈ اور ٹراونکور وغیرہ میں اپنا تبلیغی مشن پھیلا۔ انہوں نے توہم اور بدعت کے خلاف بھی تحریک چلائی۔ ہمدانی تھنگل اور ان کے شاگرد سید محمد تھنگل نے مل کر ایک ڈکشنری مرتب کی، جو عربی، سنسکرت اور ملایالم الفاظ پر مشتمل تھی۔ یہ ایک سہ لسانی مختصر قاموس تھا۔ ہمدانی ایک ملایالم رسالہ Swadesh Bhimani اور مسلم رسالہ میں مقالات لکھتے تھے جس کو ولّم عبد القادر نکالتے تھے۔

جنگ بلقان کے زمانہ میں انہوں نے ترکوں کی مدد کے لئے ایک فنڈ قائم کیا۔ کے ایم سید تھی صاحب کی دعوت پر ہمدانی کوچین سے کوڈنگالور منتقل ہو گئے۔ انہوں نے لجنہ ہمدانی سبھا بہ مقام اری یاڈ Eriyad قائم کی۔ ان علاقوں میں ان اداروں نے بڑی اصلاحی خدمت انجام دی اور کئی مدرسے یہاں قائم ہوئے۔ ان میں ایک قصبہ اڑی کوڈ Azhikkod ہے۔ یہاں بھی انہوں نے تعلیمی اور اصلاحی کام انجام دئے۔ سری راج گوپال آچاریہ نے حکومت ٹراونکور کی جانب سے الوائی میں ۷/ ایکڑ زمین دی، تاکہ علی گڑھ کالج کے طرز پر ایک کالج بنایا جائے۔ مسلم ایکیا سنگھم (Muslim Aikya sangham) میں ہمدانی نے پر جوش تقریر اس موضوع پر کی، لیکن عملا کالج نہ بن سکا اور ان کا انتقال ۱۹۲۲ء میں وے ڈوتالا Vadutala میں ہوا۔

## کے.ایم.مولوی (۱۸۸۶ءتا۱۹۶۴ء)

کے.ایم.مولوی ایک جامع صفات انسان تھے۔ انہوں نے تحریک آزادی میں زبردست حصہ لیا تھا۔ انہوں نے انگریزوں کے خلاف جدوجہد کی تھی۔ وہ ایک بڑے عالم دین، فلسفہ داں، اسکالر اور مصلح تھے۔ ٹائل محمد مولوی (Tayyil Muhammad Maulvi) ۶/ جولائی ۱۹۸۶ء میں مقام کک کاڈ (Kakkad) میں پیدا ہوئے جو ترورنگاڈی کے قریب ہے۔ ان کے والدین تعلیم یافتہ تھے۔ پہلے ترورنگاڈی میں تعلیم حاصل کی، پھر دارالعلوم واڑکاڑ چلے گئے۔ اس وقت اس کے پرنسپل سی.کنہ محمّد حاجی صاحب تھے۔ انہوں نے اس طالب علم کا دارالعلوم سے فراغت کے بعد وہیں استاذ کی حیثیت سے تقرر کر دیا۔ کے.ایم.مولوی نے اپنے استاذ حاجی صاحب کے نقش قدم پر اصلاح تعلیم میں حصہ لیا اور اس مشن کو آگے بڑھایا۔

اسی کے ساتھ کے.محمد مولوی صاحب نے اس علاقہ میں سب سے پہلے تحریک خلافت سے اپنا تعلق پیدا کیا اور اگست ۱۹۲۰ء میں وہ اس کے ممبر بن گئے۔ مالابار میں وہ خلافت کے سب سے بڑے علم بردار تھے۔ انہوں نے پورے کیرالا کا دورہ کیا اور خلافت

کے پیغام اور انگریزوں کے خلاف جدوجہد کو عام کیا۔ انھوں نے ہندوستانیوں کے جذبات کوحکومت برطانیہ کے خلاف ابھارا۔مختلف کانفرنسوں اور جلسوں کو خطاب کیا اور پورے مالابار کو اپنی تقریروں اور سرگرمیوں سے ایک شعلہ جوالا بنادیا۔کنڈوٹی کانفرنس جو نومبر ۱۹۲۰ء میں منعقد ہوئی، اس میں کے.محمد مولوی صاحب بیمار تھے، مگر لوگ ان کو ہاتھوں میں اٹھاکر لائے۔ پھر دوسری خلافت کانفرنس ۱۵/ جنوری ۱۹۲۱ء کو کالی کٹ میں منعقد ہوئی۔اس جلسہ میں مولوی صاحب نے ہندومسلم اتحاد پر تقریر فرمائی۔حکومت نے ان پر کڑی نگرانی شروع کردی۔ ایروڈ (Erode) میں ہندوستانی مجلس العلماء کا جلسہ ہوا۔ مولوی صاحب نے اس جلسہ میں شرکت فرمائی۔ واپسی میں خود کیرالا میں اس کی شاخ قائم کی۔اس میں مجلس علماء نے پمفلٹ شائع کیے، خلافت کے پیام کو عام کیا اور پورے کیرالا میں خلافت نے ایک فضا قائم کردی۔ انگریزوں کے خلاف جذبات اور حصولِ آزادی کی آرزوئیں دلوں میں ابھرنے لگیں۔

خلافت کا جواجلاس اٹالیم میں ۲۲ تا ۲۶/ اپریل......کو منعقد ہوا، کے.محمد مولوی نے اس میں بنیادی رول ادا کیا۔ کے.بی.کیوٹمنین اور کے.ایم.مولوی صاحب دونوں نے جذبات کی نزاکت کا خیال کرکے عوام الناس اور پولس میں آویزش کو روکا۔ یہ اجلاس مختلف حیثیتوں سے ہندومسلم اتحاد کا اعلیٰ نمونہ تھا، اس میں ہندومسلم زعمائے آزادی نے بڑے شوق سے شرکت کی۔ دراصل حکومت علی مصلیار کو گرفتار کرنا چاہتی تھی جو خلافت تحریک کے اصل روح رواں تھے۔ پولس نے ترورنغاڑی میں خلافت کے کارندوں کو گرفتار کرلیا، مگر غضب یہ ہوا کہ حکومت نے فوج کی ایک ٹکڑی بھیج دی جس کے آنے سے ماپلّا مسلمانوں کے جذبات بھڑک اٹھے۔ان فوجیوں نے خلافت کا جھنڈا پھاڑ ڈالا، آفس لوٹ لیا، فرنیچر توڑ ڈالا۔ پھر بھی کے.ایم.مولوی صاحب نے ماپلّاؤں کے جذبات کو مشتعل ہونے نہ دیا اور پوری کوشش کی کہ حالات کو قابو میں رکھیں۔جن لوگوں کو پولس نے گرفتار کرلیا تھا ان کو چھڑانے کے لئے ایک جماعت کلکٹر سے ملنے گئی۔اس پر حکومت نے گولیاں چلادیں۔ ادھر غضب یہ ہوا کہ فوج نے مسجد میں گھس کر علی مصلیار اور ان کے

ساتھیوں کو گرفتار کرلیا۔اس کے نتیجے میں ترورنگاڑی اور ارناڈ میں فساد پھیل گیا۔ بغاوت رونما ہوئی اور ماپلاّ مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا۔۱۹۲۱ء کی اس تحریک آزادی میں ماپلاّ ؤں نے برطانوی حکومت کی پوری مشنری کو ٦ ماہ تک معطل کردیا۔ بالآخر فوج نے اس پر قابو پایا۔۱۰ہزار سے ۲۲ہزار تک مسلمان شہید ہوئے۔ بہرحال اس آزادی کی جنگ میں کے. ایم. مولوی کے خلاف بھی الزامات تھے،مگر وہ وہاں سے بچ کر کوچین راجا کی حکومت میں پہونچ گئے، جہاں ان کے طاقتور اور بااثر دوستوں نے آئندہ گیارہ برس تک ان کی حفاظت کی اور ان کو گرفتار نہیں ہونے دیا۔ وہ درحقیقت ایک علاقہ اڑی کوڑ Azhikkod میں مقیم ہوگئے تھے جو کوچین اور ٹریچور کے درمیان ہے۔ کے. ایم سیفی اور ایم. منا باڈ کنہ حمد حاجی ان کے ساتھی بن گئے۔انھوں نے اپنی اصلاحی سرگرمیوں میں ایک اور رفیق پالیا، یعنی ویکوم عبدالقادر مولوی جوٹراونکور کی ریاست میں ایک بڑے مصلح تھے۔ان دونوں نے مل کر بڑے بڑے اصلاحی کارنامے مسلمانوں کی سوشل لائف میں انجام دئے۔ جب کے. ایم. مولوی صاحب نے اڑی کوڑ میں رہائش اختیار کی تو اس علاقہ کے مسلمان گو مالدار اور تعلیم یافتہ تھے لیکن وہ دو گروہوں میں منقسم تھے۔ پہلا کام انہوں نے یہ کیا کہ ان دونوں گروہوں میں صلح کرائی، اس کے بعد انہوں نے مسلمانوں میں اتحاد کے لئے ایک مجلس بنائی جس کا نام Muslim Aikyam Sangham رکھا، پھر اس اتحاد کے زیر اثر دو رسالے جاری کئے ۔ ایک ملایالم میں Muslim Aikyam کے نام سے اور دوسرا عربی ملایالم میں Al-Irshod۔ان علماء نے بدعات کے خلاف آواز اٹھائی۔ سنگھم کا پہلا سالانہ اجلاس اڑی کوڑی ویکم عبدالقادر مولوی کی صدارت میں منعقد ہوا۔دوسرا سالانہ اجلاس ویلور عربک کالج کے پرنسپل کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ علمائے کیرالا کا ایک اجلاس الگ سے منعقد ہوا اور اس اجلاس کی بنیاد پر کیرالا جمعیۃ العلماء کی تاسیس ہوئی۔ کے. ایم. مولوی صاحب نے حج بھی کیا۔اس موقع پر انھوں نے سلطان ابن سعود کی خدمت میں حاجیوں کی سہولت کے لئے چند تجاویز پیش کیں،جن کو انہوں نے شرف قبولیت سے نوازا۔اس کے بعد وہ ہندوستان واپس آئے۔ یہاں انہوں نے سنگھم کا

دسواں اجلاس بی. پوکر صاحب کی زیر صدارت اری یاڈ Eriyad میں منعقد کیا۔ یہ ایک زبردست اجلاس تھا۔ اس کے معاً بعد یہ خبر پھیل گئی کہ مدراس حکومت نے مولوی صاحب کی گرفتاری کا وارنٹ واپس لے لیا اور اب وہ آزاد ہیں۔

کے. محمد مولوی صاحب مالابار آئے اور ترورنگاڑی میں قیام فرمایا تو پہلا کام یہ کیا کہ وہاں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ نورالاسلام مدرسہ انہوں نے ۱۹۴۳ء میں قائم کیا۔ اس سال اس علاقہ میں کالرا زوروں سے پھیلا، ہزاروں انسان اس کی وجہ سے لقمۂ اجل بن گئے۔ مولوی صاحب نے یتامی کے لئے ایک یتیم خانہ دسمبر ۱۹۴۳ء میں ترورنگاڑی میں قائم کردیا۔ شروع میں اس میں صرف ۱۴ لڑکے تھے۔ اب اس کا نام پوکر صاحب میموریل یتیم خانہ ہے۔ اس میں ایک ہزار یتامی ہیں جن میں ۳۰۰ کے قریب لڑکیاں بھی ہیں۔ لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے الگ الگ ہوسٹل ہیں۔ یتامی کی تعلیم کے لئے اورینٹل ہائی اسکول قائم کیا گیا ہے۔ ۱۹۵۵ء میں ایک ٹریننگ اسکول بھی قائم کیا گیا۔ یتامی کے لئے جس کا تعلق ہائی اسکول سے ہے ۱۹۶۸ء میں ایک فرسٹ گریڈ کالج پی، ایس، ایم، او (P.S.M.O.) بھی قائم کیا گیا۔

الغرض ان کی زندگی میں تعلیم کا فروغ اور اصلاح عقائد کو بنیادی اہمیت حاصل رہی، مگر یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ وہ ایک بڑے مجاہد آزادی ہیں۔ انہوں نے انگریزوں کی مخالفت میں بڑے بڑے معرکے سر کیے اور خود کو گرفتار بھی نہیں ہونے دیا۔ وہ برابر سرگرم عمل رہے۔

کے. ایم مولوی صاحب نے عورتوں کی تعلیم پر زور دیا۔ اس وقت کے قدیم علماء عورتوں کی تعلیم کو گناہ تصور کرتے تھے۔ انہوں نے مدرسے میں بھی اور یتیم خانہ میں بھی لڑکیوں کو داخلہ دیا اور لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو جدید تعلیم دینے کی کوشش کرتے رہے۔

مولوی صاحب کی ایک تمنا یہ بھی تھی کہ قرآن مجید کو عربی سے اردو میں ترجمہ کیا جائے، اس کے لیے انھوں نے اسلامک لٹریچر سوسائٹی (Islamic Literature

(Society) قائم کی۔ کالی کٹ میں ۱۹۳۴ء میں اس کے ماتحت ابتدائی دو جلدیں ترجمۂ قرآن کی چھپیں، پھر یہ کام رک گیا۔ یہ کام انہوں نے خود اپنی نگرانی میں کرایا تھا۔ انہوں نے اسلامی لٹریچر کی اشاعت کے لئے پہلے بھی رسالے نکالے تھے۔ اب ترورنگاڑی سے عربی ملایالم جاری کیا۔ اس کے علاوہ دوسرا رسالہ المنار تھا جس میں ان کے فتاوی المرشد اور ارشادات شائع ہوتے تھے۔ کے. ایم. مولوی صاحب کا انتقال ۱۰/ستمبر ۱۹۶۴ء میں کالی کٹ میں ہوا اور تدفین ترورنگاڑی میں ہوئی۔

## وکّم عبدالقادر مولوی Vakkam Abdul Qadir Maulvi (۱۸۷۳ء-۱۹۲۳ء)

عبدالقادر مولوی مسلمانوں کے مصلحین میں اس علاقہ مالابار میں نہایت اہم شخصیت کے حامل ہیں۔ وہ وکّم Vakkam میں پیدا ہوئے۔ کیرالہ میں یہ بھی رواج ہے کہ اپنے نام کے ساتھ آدمی اپنے آبائی گھر کا نام لگالیتا ہے، یا پھر اس گاؤں، شہر یا قصبہ کا نام جس میں وہ پیدا ہوا ہے۔ یہ طریقہ میں نے نائیجریا میں بھی دیکھا ہے کہ لوگ اپنے نام کے ساتھ اپنے وطن کا نام لگالیتے ہیں اور وہ ان کے نام کا ایک جزء لاینفک ہوجاتا ہے۔ وکّم اس لحاظ سے مولوی عبدالقادر صاحب کے نام کا جز ہے۔

وکّم مولوی صاحب نے اپنی زندگی کا مقصد یہ قرار دیا کہ مسلمانوں کی معاشرتی اور مذہبی زندگی سے بدعات کا خاتمہ ہو۔ اس راہ میں انہوں نے عظیم جد و جہد کی اور اپنی خالص اسلامی تحریک کو رواج دینے کے لیے رسالے نکالے۔ انہوں نے 'دی مسلم' ملایالم میں شائع کیا ہے۔ ۱۹۳۸ء میں دیپک نکالا، اس میں قرآن مجید کا ملایالم ترجمہ چھپتا تھا۔ تفسیر وتشریح بھی وہ لکھتے تھے۔ اس میں ایک موضوع عالم اسلام کی خبریں ہوتا تھا۔ یہ موضوع بالکل نیا تھا۔ اس کے چند شمارے مولوی صاحب نے نکالے، اس کے بعد پریشانیوں کے باعث رسالہ کو بند کرنا پڑا۔

کے. ایم. مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ تراونکور میں مسلمانوں کی تعداد ۶۹۷،۰۵،۱۹ ہے۔ وہ آبادی کا اعشاریہ ۶ فیصدی ہیں۔ مگر ایک ہزار میں صرف ۸۴ تعلیم

یافتہ ہیں ۔۲۰ سال کی عمر والی لڑکیوں میں ۱۰۰ میں صرف ایک لڑکی تعلیم یافتہ ہے۔ یہ امر سارے مسلمانوں کے لئے باعث تکلیف ہے ۔ پھر جو مسلمان مختلف پیشوں میں مصروف ہیں، عدم تعلیم کے باعث ان پیشوں کو اعلیٰ اور جدید وسائل استعمال کرکے آگے بڑھا نہیں پاتے۔ اصل مرض مسلمانوں میں جدید تعلیم کا فقدان ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو تعلیم پر ابھارنے کے لئے انہوں نے کئی ماہنامے نکالے۔

مضامین اور رسالوں کے علاوہ انہوں نے عملی طور پر تعلیم کی ترقی کے لیے مسلمانوں کی ایک کانفرنس منعقد کی۔ اس میں غور وخوض کے بعد مندرجہ ذیل تجاویز پاس ہوئیں:۔

(۱) اسکولوں میں عربی پڑھانے کے لئے عربی ٹیچر کا تقرر کیا جائے۔
(۲) دو عربی انسپکٹر مقرر کیے جائیں تا کہ وہ عربی تعلیم کا جائزہ لیں۔
(۳) مسلمان طلبہ کو دسویں کلاس سے اسکالرشپ دی جائیں۔
(۴) مسلم اسکولوں کو پوری گرانٹ دی جائے۔

یہ تجاویز ریاستی حکومت کو پیش کی گئیں اور رفتہ رفتہ ساری تجاویز عملی صورت میں منظور ہوئیں ۔ کے .ایم .مولوی صاحب نے یہ تجویز بھی رکھی کہ مقامی کمیٹیاں بنائی جائیں جو والدین کو اسکول بھیجنے پر آمادہ کریں ۔ کے .ایم .مولوی صاحب نے 'دی مسلم' (The Muslim) میں ڈویژنل انسپکٹر آف اسکولس او.اتم .چیرن کا ایک مقالہ شائع کیا جس میں انہوں نے بتایا تھا کہ ایک ضلع میں ۱۰ تحصیلیں ہیں ۔۱۰۔۲۰ کی عمر والی مسلمان لڑکیوں کی تعداد ۸۵۸۹ ہے، مگر تعلیم یافتہ صرف ۸۱۳ ہیں ۔ اسی طرح انہوں نے لکھا کہ کولیون شمبر میں ۱۰-۱۵ سال کی درمیانی عمر کے ۴۶۴۲ مسلمان ہیں، مگر تعلیم یافتہ صرف سولہ ہیں ۔ کے .ایم .مولوی صاحب کی جدوجہد سے کاپلّی اور کرونا گاپلی میں لڑکیوں کے اسکول شروع کیے گئے ۔ ڈائریکٹر آف پبلک انسپکٹرس نے ایک تقریر میں کہا کہ کے .ایم .مولوی صاحب اور ان کے رسالہ 'دی مسلم' نے مسلم ایجوکیشن کے میدان میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ حکومت کی خدمت سے بھی زیادہ ہیں ۔ گورنمنٹ اتنا عمدہ

کام مسلمانوں کی تعلیم کی ترقی میں اس بنا پر انجام دے سکی کہ مولوی صاحب کی مدد، مشورہ اور جدو جہد اس کے ساتھ تھی۔

کے. ایم. مولوی صاحب نے جو تعلیم کی آواز اٹھائی اس پر اپنی شہر میں الجنة المحمدية قائم ہوئی۔ اس نے ایک پرائمری اسکول قائم کیا اور اس میں عربی کی تعلیم کا بھی انتظام کیا۔ جب حکومت نے عربی اساتذہ کو مقرر کرنے کا اعلان کیا تو کے. ایم. مولوی نے جانچ کر عمدہ اساتذہ کا انتخاب کیا اور خود نصاب کی کتابیں تیار کیں۔ ان کی کوششوں سے یہ تعلیمی منصوبہ کامیاب ہوا اور یہ حقیقت ہے کہ آج مسلمان کیرالا کے جنوب میں زیادہ تعلیم یافتہ ہیں بمقابلہ کیرالا کے شمال یعنی مالابار کے۔ مسلمانوں کی تعلیمی مدد اور دوسرے اسلامی فرائض کی ادائیگی کے خیال سے ایک مسلم ہوسٹل تریونڈ رام میں کنوکوڑی (Kunndkyzhi) میں قائم کیا گیا۔ یہ دراصل مولوی صاحب ہی کی تجویز تھی۔ انہوں نے بہت پہلے 'دی مسلم' میں ۱۴/ مئی ۱۹۱۹ء کو یہ تجویز رکھی تھی۔ جب کبھی وہ ٹریونڈرم آتے، ہوسٹل کی زیارت ضرور کرتے۔

انہوں نے حکومت کے اندر مختلف برائیوں کے خلاف اپنے رسالہ سوادیش ابھامانی (Swadesh Abhimani) میں مارچ ۱۹۹۱ء کو اعلان کیا کہ ہم لوگوں کی شکایتیں اس رسالے میں واضح کریں گے، حکومت سے ہرگز نہ ڈریں گے اور وہ برائیاں، رشوتیں اور دوسرے عیوب طشت از بام کریں گے جو حکومت کے آفیسروں میں عام ہیں۔ مولوی صاحب نے ایک نیا کام یہ کیا کہ اس کا ایڈیٹر رام کرشنا پلاّئی کو مقرر کیا جنہوں نے کھل کر دیوان (وزیر اعظم) پر تنقید کی۔ نتیجۃً وہ اس رسالہ کا دشمن بن گیا۔ رام کرشنا پلاّئی نے حکومت کے راجا پر اور دیوان پر نہایت کڑی تنقیدیں اپنے اداریے میں لکھیں۔ کے. ایم. مولوی صاحب کو وارننگ دی گئی، سمجھایا گیا، مگر انہوں نے اپنا موقف نہ بدلا۔ بالآخر ۲/ ستمبر ۱۹۱۵ء کو دیوان صاحب نے راجا کے حکم سے پریس ضبط کرلیا اور کرشنا پلاّئی کو ریاست سے باہر نکال دیا۔ جب لوگوں نے یہ شکایت کی کہ ان کا پریس ضبط ہوا، مالی نقصان ہوا، رام کرشنا پلاّئی نے تنقیدوں کے ذریعہ نقصان پہونچایا تب مولوی صاحب

نے کھل کر پلاّئی کی تعریف کی اور فرمایا کہ انھوں نے حکومت ، رعایا اور عام لوگوں کی خیر خواہی کے لیے مقالات اور اداریے لکھے اور حق باتیں پیش کیں ۔ اصل نقصان ریاست سے ان کے جانے کا ہے، نقصان اور کچھ نہیں ہوا۔

ہر چند کہ وہ مسلمانوں کی تعلیم کے مسائل میں شب و روز منہمک تھے اور اس راہ میں انہوں نے اپنی زندگی کی قربانی دینے کا عہد کرلیا تھا جس پر وہ آخر تک قائم رہے، مگر ان کی ہمدردیاں کانگریس کے ساتھ تھیں اور اس کی بنا پر اپنے لڑکے عبد السلام کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامعہ ملّیہ روانہ کیا جو کہ حکومت سے تسلیم شدہ ادارہ نہ تھا اور اس کی ڈگری سے ملازمت نہیں ملتی تھی۔ یہ قربانی وہی دے گا جس کے دل میں قومی تحریک سے ہمدردی اور محبت ہوگی اور انگریزوں سے نفرت۔ الغرض کے. ایم. مولوی نے تعلیمی نشاط و مسرت سے پُر زندگی گزاری اور مینار بن کر علم کی شمع جلاتے اور روشنی پھیلاتے رہے۔ ۱۹۳۴ء میں ان کا انتقال ہوا۔

## مراجع وماً خذ


اس مقالہ کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:

۱- ملایالم ذخیرۂ الفاظ اور گرامر پر عربی کے اثرات، (مقالہ برائے پی ایچ ڈی) پروفیسر پی پی عبدالرحمٰن، مخطوطہ کالی کٹ یونیورسٹی، کیرالا (انگریزی میں)

۲- ماپلا مسلمس آف مالابار، کے، ای، ملّر (MILLER) مدراس، ۱۹۷۶ء

۳- اے مینول آف مالابار، لوگن (Logan)

۴- ماپلا مسلمس آف کیرالا، اے پی ابراہیم کنجو

۵- مخادیم مالابار (مقالہ برائے ایم فل) مخطوطہ کالی کٹ یونیورسٹی، عبدالرحیم


☆